20

ننگِ ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن

غدّارِ پاکستان

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی اسلام اور پاکستان دشمنی پر مبنی چشم کشا تحقیقی تحریر،
پاکستان کے دشمنوں کو پہچاننا اور ان کے عزائم کو ناکام بنانا ہر محبّ وطن
پاکستانی کا فرض ہے۔ یہ تحریر آپ کی راہنمائی کرے گی۔

محمد متین خالد

دفاعِ ختمِ نبوّت کونسل پاکستان
پی۔او۔ باکس نمبر 81۔ جی پی او۔ دی مال۔ لاہور پاکستان
www.difaekhatmenabowat.com

شیخ سعدیؒ نے کہا تھا کہ وہ دشمن جو بظاہر دوست ہو، اس کے دانتوں کا زخم بہت گہرا ہوتا ہے۔ یہ مقولہ نوبیل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی پر پوری طرح صادق آتا ہے جس نے دوستی کی آڑ میں پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اُسے 10 دسمبر 1979ء کو نوبیل پرائز ملا۔ قادیانی جماعت کے آرگن روزنامہ ''الفضل'' نے لکھا تھا کہ جب اُسے نوبیل انعام کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنی عبادت گاہ میں گیا اور اپنے متعلق مرزا قادیانی کی پیشین گوئی پر اظہار تشکر کیا۔ اس موقع پر مرزا قادیانی کی بعض عبارتوں کو کھینچ تان کر ڈاکٹر عبدالسلام پر چسپاں کیا گیا اور فخریہ انداز میں کہا گیا کہ ''یہ دنیا کا واحد موحد سائنس دان ہے جسے نوبیل پرائز ملا ہے''۔ حالانکہ اسلام کی رو سے رسالت مآب ﷺ کا منکر بڑے سے بڑا موحد بھی کافر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام، حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر تھا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی (جس سے انگریز نے اپنے سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر نبوت کا اعلان کروایا تھا) کو اللہ کا آخری نبی مانتا تھا اور اس طرح وہ اپنے عقائد کی رو سے دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر اور صرف اپنی جماعت کے لوگوں کو مسلمان سمجھتا تھا۔ چونکہ قادیانیت مخبروں اور غداروں کا سیاسی گروہ ہے، لہٰذا اس کی سرپرستی کرتے ہوئے سامراج نے ان کے ایک فرد کو نوبیل پرائز دیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ایک رشوت ہے جو یہودیوں نے قادیانیت کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے دی۔

19 دسمبر 1979ء ''گارجین'' (برطانوی روزنامہ) لکھتا ہے: ''اس سال کے وسط میں جب پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کو سٹاک ہوم میں نوبیل انعام کی ایک تہائی رقم سے نوازا گیا، تو عبدالسلام نے سویڈش اخبار نویس البرٹ لیلٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ''میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد (قادیانی) کا غلام ہوں، پھر مسلمان ہوں اور پھر پاکستانی''۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی سیاہ اچکن، سفید پگڑی اور پاؤں کے خم دار کڑھائی دار جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''میرا یہ لباس اولاً مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) کی مطابقت میں ہے، ثانیاً پاکستانی ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے''۔

(ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 14 جون 1990ء)

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دو امریکی سائنس دانوں ڈاکٹر اسٹیون وائنبرگ

(Dr. Steven Weinburg) اور ڈاکٹر شیلڈن گلاشو (Dr. Sheldon Glashow) سمیت ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو 1979ء کا مشترکہ نوبیل انعام دیا گیا اور ان تینوں میں نوبیل انعام کی رقم برابر برابر تقسیم کی گئی۔ معروف صحافی و کالم نگار جناب تنویر قیصر شاہد اپنے ایک مضمون ''عالم اسلام کے خلاف امریکی یہودیوں کی سازشیں'' میں لکھتے ہیں۔

❑ ''یہودیوں کا ہمیشہ سے یہ خیال اور نظریہ رہا ہے کہ ہم ساری دنیا کے حکمران بن سکتے ہیں اور خدا نے ہمیں اسی عالمی حکمرانی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس نظریے کے حامیوں میں معروف یہودی سائنس دان بھی شامل رہے ہیں جن میں معروف عالم طبیعات ڈاکٹر البرٹ آئن اسٹائن سرفہرست ہیں۔ آئن سٹائن نے اپنی تصنیف My Later Days (اشاعت 1950ء) میں لکھا ہے: ''میری صہیونیت سے محبت اور یہودی ازم سے وابستگی تقاضا کرتی ہے کہ دنیا میں یہودیوں کا کوئی خاص وطن نہ ہو جو مخصوص سرحدوں تک سکڑ کر رہ جائے۔ ہمیں تو ایسی مملکت کے حصول کے لیے راہیں ہموار کرنی چاہئیں جس کی سرحدیں ساری دنیا پر محیط ہوں اور جس کی افواج ساری دنیا کو اپنے تابع رکھ سکیں''۔

یہودی آئن سٹائن کو کس نظر سے دیکھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب 1952ء میں اسرائیلی صدر ڈاکٹر وائزمین کا انتقال ہوا تو آئن سٹائن کو اسرائیلی صدر بننے کی پیشکش کی گئی جسے اس نے مسترد کر دیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ آئن سٹائن کو نوبیل پرائز ہیں جو رقم ملی، اس کا نصف اس نے اسرائیلی میں بننے والی نئی مذہبی یونیورسٹی (عبرانی یونیورسٹی) کو عطا کر دی''۔ (ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر 1997ء)

بالکل اسی طرح ڈاکٹر عبدالسلام نے نوبیل پرائز سے ملنے والی رقم کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کے فنڈ میں دیا اور باقی رقم اٹلی میں قائم اپنے سائنسی مرکز کو دے دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسٹیون وائنبرگ نے ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبیل پرائز ملنے پر شدید احتجاج کیا تھا اور اپنے ایک ریڈیو انٹرویو میں کہا تھا: ''ڈاکٹر عبدالسلام نے کوئی اہم سائنسی پیش رفت نہیں کی کہ اسے اس اہم انعام کا مستحق ٹھہرایا جائے بلکہ اسے ایک خاص اور ان دیکھے منصوبے کے تحت ہمارے ساتھ نتھی کیا گیا ہے جو سخت بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے''۔

پاکستان کے محسن جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو ملنے والے نوبیل انعام پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

❑ ''ڈاکٹر عبدالسلام کو ملنے والا نوبیل انعام نظریات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ وہ

1857ء سے اس کوشش میں تھے کہ اسے نوبیل انعام ملے اور آخر آئن سٹائن کی صد سالہ وفات پر اس کا مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کر رہا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن سٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کر دیا جائے۔ سو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بھی اس انعام سے نوازا گیا''۔

(انٹرویو ڈاکٹر عبدالقدیر ہفت روزہ چٹان لاہور 6 فروری 1984ء)

ڈاکٹر عبدالسلام کو اپنی جماعت کی خدمات پر ''فرزند احمدیت'' بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے حکم پر 1966ء سے وفات تک مجلس افتاء کا باقاعدہ ممبر رہا۔ اس کا ماموں حکیم فضل الرحمٰن 20 سال تک گھانا اور نائیجریا میں قادیانیت کے مبلغ رہا۔ اس کا والد چوہدری محمد حسین جنوری 1941ء میں انسپکٹر آف سکولز ملتان ڈویژن کے دفتر میں بطور ڈویژنل ہیڈ کلرک تعینات ہوا۔ قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اسے قادیانی جماعت ضلع ملتان کا امیر مقرر کیا جس میں وہاڑی، کبیر والہ، خانیوال، میلسی، شجاع آباد اور لودھراں کی تحصیلیں شامل تھیں۔ ایک دفعہ اس نے خانیوال میں سیرت النبی ﷺ کے نام پر قادیانی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ اور مرزا قادیانی کا (نعوذ باللہ) موازنہ شروع کیا تو اجتماع میں موجود مسلمانوں میں کہرام مچ گیا اور انھوں نے اشتعال میں آ کر پورا جلسہ الٹ دیا۔ چند نوجوانوں نے چوہدری محمد حسین کو پکڑ کر جوتے بھی مارے۔ پولیس نے چوہدری محمد حسین کو گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں ملتان میں ایک قادیانی اعلیٰ پولیس افسر کی مداخلت سے اُسے رہائی ملی۔

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ایک سائنس کانفرنس ہو رہی تھی، کانفرنس میں شرکت کے لیے ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قومی اسمبلی نے آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ دعوت نامہ جب ڈاکٹر عبدالسلام کے پاس پہنچا تو اس نے کارڈ پر مندرجہ ذیل دل آزار ریمارکس لکھ کر اسے وزیر اعظم سیکرٹریٹ کو واپس بھیج دیا۔

"I do not want to set foot on this accursed land untill the Constitutional amendement is withdrawn."

ترجمہ: ''میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جب تک کہ آئین میں کی گئی ترمیم واپس نہ لی جائے۔''

جناب بھٹو نے جب یہ ریمارکس پڑھے تو غصے سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں

نے اسی وقت اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے سیکرٹری وقار احمد کو لکھا کہ عبدالسلام کو (وزیر اعظم کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے) فی الفور برطرف کر دیا جائے اور بلا تاخیر نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔ وقار احمد نے یہ دستاویز ریکارڈ میں فائل کرنے کی بجائے اپنی ذاتی تحویل میں لے لی تا کہ اس کے آثار مٹ جائیں۔ بہت عرصہ بعد پتا چلا کہ وقار احمد بھی قادیانی تھا۔''

(ڈاکٹر عبدالقدیر اور کہوٹہ سنٹر از یونس خلش، صفحہ 80)

10 ستمبر 1974ء کو ڈاکٹر سلام نے وزیر اعظم کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کیا۔ اس کی وجہ اس نے اس طرح بیان کی:

❑ ''آپ جانتے ہیں کہ میں احمدیہ (قادیانی) فرقے کا ایک رکن ہوں۔ حال ہی میں قومی اسمبلی نے ''احمدیوں'' کے متعلق جو آئینی ترمیم منظور کی ہے، مجھے اس سے زبردست اختلاف ہے۔ میں قومی اسمبلی کے فیصلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا لیکن اب جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس پر عمل درآمد کا آغاز بھی ہو چکا ہے تو میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اس حکمت سے قطع تعلق کر لوں جس نے ایسا قانون منظور کیا ہے۔ اب میرا ایسے ملک کے ساتھ تعلق واجبی سا ہوگا جہاں میرے فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو''۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل 260 کے مطابق قادیانی / لاہوری گروپ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ قادیانی جماعت نے پارلیمنٹ کے اس آئینی فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہ آج تک خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ ملک کی منتخب پارلیمنٹ کے اس تاریخی اور متفقہ فیصلہ پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا تھا:

❑ ''جو سلوک مسٹر بھٹو نے قادیانیوں سے کیا ہے، اس پر میں یہی دعا کروں گا کہ نہ صرف مسٹر بھٹو بلکہ ان تمام کا بھی بیڑا غرق ہو جو اس فیصلے کے ذمہ دار ہیں''۔

(ہفت روزہ بادبان لاہور جلد 7 شمارہ 5، 18 مئی 1979ء)

30 اپریل 1984ء کو قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر قادیانی آرڈیننس مجریہ 1984ء کی خلاف ورزی پر مقدمات کے خوف سے بھاگ کر لندن چلا گیا۔ رات کو لندن میں اس نے مرکزی قادیانی عبادت گاہ ''بیت الفضل'' سے ملحقہ محمود ہال میں غصہ سے بھرپور جوشیلی تقریر کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر عبدالسلام، مرزا طاہر کے سامنے صف اوّل میں بیٹھا ہوا تھا۔ مرزا طاہر احمد نے اپنے خطاب میں قانون امتناع قادیانیت مجریہ 1984ء (جس کی رو سے قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے روک دیا گیا تھا) پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے

اسے حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔ اس نے کہا کہ ''احمدیوں'' کی بددعا سے عنقریب پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ مزید برآں اس نے امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک سے اپیل کی کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر پاکستان کی تمام اقتصادی امداد بند کر دیں۔ اپنے خطاب کے آخر میں مرزا طاہر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ میرے دفتر میں ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ آپ سے چند ضروری باتیں کرنا ہیں۔'' ڈاکٹر عبدالسلام نے اسے اپنی سعادت سمجھا اور ملاقات کے لیے حاضر ہو گیا۔ اس ملاقات میں مرزا طاہر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو ہدایت کی کہ وہ صدر ضیاء الحق سے ملاقات کرے اور انھیں قادیانیوں کے خلاف حالیہ قانون واپس لینے کے لیے کہے۔ لہٰذا ڈاکٹر عبدالسلام نے جنرل محمد ضیاء الحق سے پریذیڈنٹ ہاؤس میں ملاقات کی اور انھیں اپنی جماعت کے جذبات سے آگاہ کیا۔ صدر ضیاء الحق نے بڑے تحمل اور توجہ سے اس کی تمام باتیں سنی۔ آخر میں صدر ضیاء الحق اٹھے اور الماری سے قادیانی قرآن ''تذکرہ'' (مجموعہ وحی مقدس والہامات) اٹھا لائے اور کہا کہ یہ آپ کا قرآن ہے اور دیکھیں اس میں کس طرح قرآن مجید کی آیات میں تحریف کی ہے۔ پھر ایک نشان زدہ صفحہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس صفحہ پر مندرجہ ذیل آیت درج تھی:

انا انزلنا قریبا من القادیان ترجمہ: ''(اے مرزا قادیانی) یقیناً ہم نے قرآن کو قادیان (گورداسپور بھارت) کے قریب نازل کیا۔'' (نعوذ باللہ)

(تذکرہ مجموعہ وحی مقدس والہامات طبع چہارم صفحہ **59** از مرزا قادیانی)

صدر ضیاء الحق نے ڈاکٹر عبدالسلام کو اسی کتاب سے مرزا قادیانی کا ایک اور حوالہ دکھایا جس میں لکھا تھا کہ: ''تمام قرآن مجید مرزا قادیانی پر دوبارہ نازل ہوا ہے''۔ ضیاء الحق نے کہا کہ یہ بات مجھ سمیت ہر مسلمان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور وہ بے حد شرمندہ ہوا اور کھسیانا ہو کر بات کو ٹالتے ہوئے پھر حاضر ہونے کا کہہ کر اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

فروری **1987**ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے امریکی سینٹ کے ارکان کو ایک چٹھی لکھی کہ ''آپ پاکستان پر دباؤ ڈالیں اور اقتصادی امداد مشروط طور پر دیں تاکہ ہمارے خلاف کیے گئے اقدامات حکومت پاکستان واپس لے لے۔''

یہ بات اہل علم سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اسرائیل کے معروف یہودی سائنس دان یوول نیمان کے ڈاکٹر عبدالسلام سے دیرینہ تعلقات تھے۔ یہ وہی یوول نیمان تھا جس کی سفارش

پر تل ابیب کے میئر نے وہاں کے نیشنل میوزیم میں ڈاکٹر عبدالسلام کا مجسمہ یادگار کے طور پر رکھا۔ معتبر ذرائع کے مطابق بھارت نے اپنے ایٹمی دھماکے اسی یہودی سائنس دان کے مشورے سے کیے جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ یوول نیمان امریکہ میں بیٹھ کر براہ راست اسرائیل کی مفادات کی نگرانی کرتا تھا۔ اسرائیل کے لیے پہلا اٹیم بم بنانے کا اعزاز بھی اسی شخص کو حاصل تھا۔ پاکستان اس کی ہٹ لسٹ پر تھا اور اس سلسلے میں وہ بھارت کے کئی خفیہ دورے بھی کر چکا تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ امریکی کانگریس کی بہت بڑی لابی یوول نیمان کے لیے نوبیل پرائز کے حصول کے لیے کوشاں رہی۔ اس کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد امت مسلمہ کو نقصان پہنچانا تھا اور وہ اپنے نصب العین کے حصول کے لیے ہر وقت مسلمانوں کے خلاف کسی نہ کسی سازش میں مصروف رہتا۔ وہ تل ابیب یونیورسٹی اسرائیل کے شعبہ فزکس کا سربراہ بھی رہا۔ اس سے پہلے یہ شخص اسرائیل کا وزیر تعلیم و سائنس وٹیکنالوجی بھی رہا۔ پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام پر اس کی خاص نظر تھی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان اس کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹکتا تھا۔

اسی طرح ڈاکٹر عبد السلام کے پاکستان دشمن بھارتی لیڈر نہرو کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دفعہ نہرو نے ڈاکٹر عبدالسلام کو آفر کی تھی کہ آپ انڈیا آ جائیں، ہم آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق ادارہ بنا کر دیں گے۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کہ ''میں اس سلسلہ میں اٹلی کی حکومت سے وعدہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا میں معذرت چاہتا ہوں لیکن آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہاں کے سائنس دانوں سے تعاون کروں گا۔'' یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کی بھارتی ''خدمات'' کے عوض وہ ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ برائے بنیادی تحقیق بمبئی، انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی نئی دہلی اور انڈیا اکیڈمی آف سائنس بنگلور کے منتخب رکن رہا۔ گورونانک یونیورسٹی امرتسر (بھارت)، نہرو یورنیورسٹی بنارس (بھارت)، پنجاب یونیورسٹی چندی گڑھ (بھارت) نے اسے ''ڈاکٹر آف سائنس'' کی اعزازی ڈگریاں دیں۔ کلکتہ یونیورسٹی نے اسے سر دیو پرشاد سرداد ھیکاری گولڈ میڈل اور انڈیشن فزکس ایسوسی ایشن نے شری آر ڈی برلا ایوارڈ دیا۔

بھارتی صحافی جگجیت سنگھ کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام کے ذاتی تعلقات تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام جب بھی بھارت جاتا، جگجیت سنگھ ''ٹائمز آف انڈیا'' میں اس پر بھرپور فیچر شائع کرتا۔ اُس نے ڈاکٹر عبدالسلام پر "Abdulsalam a Biography" (سن اشاعت 1992ء) کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کا ایک باب

"The Ahmaddiya Jammat" ہے جس میں جگجیت سنگھ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے والے 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ اور 1984ء کے قانون امتناع قادیانیت جس کے تحت قادیانی شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتے، کی سخت مذمت کی اور قادیانیوں کو ''مظلوم'' قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف اقدامات کو حقوق انسانی کے منافی قرار دیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کا ایک اور بے تکلف دوست جے سی پولنگ ہارو (J.C.Polking Horue) جو کیمبرج میں سلام کا شاگرد تھا اور بعد میں کیتھولک بشپ بن گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی درخواست پر ہر سال قادیانی جماعت کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرتا رہا۔ یاد رہے یہ وہی پولنگ ہارو تھا جو پاکستان میں قانون توہین رسالت ﷺ 295/C کے خلاف امریکہ میں عیسائی جلوسوں کی قیادت کرتا تھا۔ جن میں قادیانیوں کی بھی کثیر تعداد شامل ہوتی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر نے جولائی 1994ء میں بیت الفضل لندن میں توہین رسالت ﷺ کی سزا کے خلاف تقریر کی تو مسٹر پولنگ ہارو اپنے کئی بشپ دوستوں کے ہمراہ وہاں موجود تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام مسلمانوں کو کیا سمجھتا تھا؟ اس سلسلہ میں معروف صحافی و کالم نویس جناب تنویر قیصر شاہد نے ایک دلچسپ مگر فکر انگیز واقعہ اپنی ذاتی ملاقات میں راقم کو بتایا۔ یہ واقعہ انہی کی زبانی سنئے اور قادیانی اخلاق پر غور کیجیے:

❑ ''ایک دفعہ لندن میں قیام کے دوران بی بی سی لندن کی طرف سے میں اپنے ایک دوست کے ساتھ بطور معاون، ڈاکٹر عبدالسلام کے گھر ان کا تفصیلی انٹرویو کرنے گیا۔ میرے دوست نے ڈاکٹر سام کا خاصا طویل انٹرویو کیا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ جوابات دیئے۔ انٹرویو کے دوران میں بالکل خاموش، پوری دلچسپی کے ساتھ سوال و جواب سنتا رہا۔ دوران انٹرویو انہوں نے ملازم کو کھانا دسترخوان پر لگانے کا حکم دیا۔ انٹرویو کے تقریباً آخر میں عبدالسلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہاں کہ آپ معاون کے طور پر تشریف لائے ہیں مگر آپ نے کوئی سوال نہیں کیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ بھی کوئی سوال کریں۔ ان کے اصرار پر میں نے بڑی عاجزی سے کہا کہ چونکہ میرا دوست آپ سے بڑا جامع انٹرویو کر رہا ہے اور میں اس میں کوئی تشنگی محسوس نہیں کر رہا، ویسے بھی میں، آپ کی شخصیت اور آپ کے کام کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے آپ کے متعلق خاصا پڑھا بھی ہے۔ جھنگ سے لے کر

اٹلی تک آپ کی تمام سرگرمیاں میری نظروں سے گزرتی رہی ہیں لیکن پھر بھی ایک خاص مصلحت کے تحت میں اس سلسلہ میں کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام فخریہ انداز میں مسکرائے اور ایک مرتبہ پھر اپنے علمی گھمنڈ اور غرور سے مجھے ''مفتوح'' سمجھتے ہوئے ''فاتح'' کے انداز میں ''حملہ آور'' ہوتے ہوئے کہا کہ ''نہیں..... آپ ضرور سوال کریں، مجھے بہت خوشی ہوگی۔'' بالآخر ڈاکٹر صاحب کے پرزور اصرار پر میں نے انہیں کہا کہ آپ وعدہ فرمائیں کہ آپ کسی تفصیل میں گئے بغیر میرے سوال کا دوٹوک الفاظ ''ہاں'' یا ''نہیں'' میں جواب دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ ''ٹھیک! بالکل ایسا ہی ہوگا؟'' میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ چونکہ آپ کا تعلق قادیانی جماعت سے ہے، جو نہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کی بحیثیت آخری نبی منکر ہے، بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آپ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ جبکہ مسلمان مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ ماننے پر آپ مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اس پر ڈاکٹر عبدالسلام بغیر کسی توقف کے بولے کہ ''میں ہر اس شخص کو کافر سمجھتا ہوں جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتا۔'' ڈاکٹر عبدالسلام کے اس جواب پر، میں نے انہیں کہا کہ مجھے مزید کوئی سوال نہیں کرنا۔ اس موقع پر انہوں نے اخلاق سے گری ہوئی ایک عجیب حرکت کی کہ اپنے ملازم کو بلا کر دستر خوان سے کھانا اٹھوا دیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کو غصے میں دیکھ کر ہم دونوں دوست ان سے اجازت لے کر رخصت ہوئے۔''

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام ایک متعصب اور جنونی قادیانی تھا جو سائنس کی آڑ میں قادیانیت پھیلاتا رہا۔ اس نے پوری زندگی میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اسلام اور پاکستان دشمن ممالک کے مقاصد سے متصادم ہو۔ پاکستان کے دفاع کے متعلق بھارت، اسرائیل یا امریکہ کے خلاف ایک لفظ بھی کہنا، اس کی ایمان دوستی کے منافی تھا۔ درحقیقت قادیانیت نقل بمطابق اصل کا ایسا پیکنگ ہے، جس کی ہر زہریلی گولی کو ورق نقرہ میں ملفوف کر دیا گیا ہے۔ انگریز نے اس مذہب کو الہامات و روایات اور کشف و کرامات کے سانچوں میں ڈھال کر پروان چڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کے دل و دماغ بلکہ جسم و جان تک انگریز کی قید میں ہوتے ہیں جسے اس نے ہمیشہ اپنے مفاد کی خاطر استعمال کیا۔

''گوئبلز نے کہا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو، اتنا جھوٹ بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے'' بالکل یہی فلسفہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے متعلق اپنایا گیا۔ ہمارے نام نہاد صحافیوں اور

دانشوروں نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اس ''غدار پاکستان'' کو ہیرو بنا کر پیش کیا جو انتہائی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کو ہیرو بنا کر پیش کرنے والے ان عقل کے اندھوں سے پوچھنا چاہئے کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے تمام تر مراعات حاصل کرنے کے باوجود اپنی پوری زندگی کی ''تحقیق'' کے نتیجے میں عالم اسلام بالخصوص پاکستان کو کیا تحفہ دیا؟ اس کی کون سی ایجاد یا دریافت ہے، جس نے ہمارا سر فخر سے بلند کیا؟ اس کا کون سا کارنامہ ہے، جس سے پاکستان کو کوئی فائدہ پہنچا؟ اس کی کون سی خدمت ہے، جس سے اہل پاکستان کے مسائل میں ذرا سی بھی کمی واقع ہوئی؟ اُس نے کون سا ایسا تیر مارا، جس پر اسے نوبیل انعام سے نوازا گیا؟ یہ سوالات آج تک تشنہ جوابات ہیں!

ڈاکٹر عبدالسلام کی پرزور سفارش پر ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی (ڈاکٹر آئی ایچ عثمانی) کو صدر ایوب نے 1958ء میں اپنے دور حکومت میں ایٹمی توانائی کمیشن کا رکن بنایا اور پھر ایک سال کے اندر اندر اس کا چیئرمین بنا دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے امپیریل کالج لندن کے ریکٹر سر پیٹرک لنسٹیڈ کی ملی بھگت سے 500 کے قریب نیوکلیئر فزکس، ریاضی، صحت و طب اور حیاتیات کے طلبہ اور ماہرین کو بیرونی ممالک بالخصوص امریکہ اور برطانیہ کے تحقیقی مرکز میں حکومت کے خرچ پر اعلیٰ تحقیق و تعلیم کے لیے بھیجنے کا منصوبہ بنایا۔ ان طلبہ اور ماہرین کی اکثریت قادیانی گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے ڈاکٹر عثمانی سے اس منصوبہ کو منظور کروا کر ان لوگوں کو باہر بھجوا دیا جو واپس آ کر ملک کے حساس کلیدی عہدوں بالخصوص ایٹمی انرجی کمیشن میں فائز ہوگئے۔ اس کے برعکس امریکی تعلیمی اداروں کے نیوکلیئر فزکس کے شعبہ میں مسلمان بالخصوص عرب طلبہ پر پابندی ہے جو اب تک برقرار ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ 1974ء تک جب تک اس شعبہ میں قادیانیوں کے اثرات تھے، ایٹمی قوت بننے کے سلسلہ میں معمولی سا بھی کام نہیں ہوا۔ حالانکہ صدر ایوب چاہتے تھے کہ ہندوستان کے مقابلہ میں دفاعی قوت مضبوط بنائی جائے لیکن قادیانیوں نے ان کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بعد جب قادیانی گروپ کے اثرات ختم ہوئے تو پاکستان نے اس شعبہ میں ترقی کی۔

اسلام دشمن قوتوں کو ہمیشہ ہی سے ایسے بدقماش اور ننگ وطن آلہ کاروں کی ضرورت رہی ہے، جو ملت اسلامیہ کے حساس اور خفیہ معاملات کی مخبری کر کے ان کے ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ اس مقصد خبیثہ کے لیے انہیں اپنے پرانے نمک خواروں کا مکمل تعاون حاصل رہا ہے، جنہیں انہوں نے اپنے خزانہ عامرہ کا منہ کھول کر ہر قسم کی پرتعیش

مراعات فراہم کیں۔ بلاشبہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایسے ہی ضمیر فروش لوگوں میں شامل تھا۔

دوسرے شعبوں کی طرح نوبیل انعام میں بھی یہودیوں کی اجارہ داری ہے۔ ان کا غرور، نخوت، اور تعصب کسی ایسے شخص کو خاطر میں نہیں لاتا، جو ان کی سازشوں اور مکروہ سرگرمیوں کا حامی اور آلہ کار نہ ہو۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی، یہودیوں کے اس میرٹ پر سو فیصد پورا اترتا تھا، لہٰذا انہوں نے ایک سازش کے تحت ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبیل انعام سے نوازا اور اس کی آڑ میں اپنے خفیہ مقاصد حاصل کیے۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے مغربی طاقتوں اور اسرائیل کے اشارے پر پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو ناکام بنانے اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان سمیت تمام دوسرے محبّ وطن سائنس دانوں کو بے حوصلہ کرنے کے متعدد اقدامات کیے۔ پاکستان کے تمام ایٹمی راز ملک دشمن ممالک کو فراہم کیے۔ انہیں کہوٹہ ایٹمی سنٹر اور دوسرے حساس قومی معاملات کی ایک ایک خبر پہنچائی۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ پاکستان کبھی بھی دفاع کے معاملے میں خود کفیل نہ ہو سکے اور ہمیشہ بڑی طاقتوں کا دست نگر رہے۔

ذوالفقار علی بھٹو ایسا زیرک انسان جانتا تھا کہ قادیانی جماعت غدار ہے ورنہ پوکھران (راجستھان) میں بھارت کے پہلے ایٹمی دھماکے نے جو تشویش ناک صورتحال پیدا کر دی تھی، اس کے پیش نظر ذوالفقار علی بھٹو ہالینڈ میں مقیم پاکستانی سفیر کے ذریعے ڈاکٹر عبدالقدیر کو فوراً پاکستان نہ بلاتے بلکہ عبدالسلام قادیانی کو اس سلسلہ میں کوشش کرنے کے لیے کہتے۔

ڈاکٹر منیر احمد خان کے زمانہ میں پاکستان اٹامک انرجی کمیشن قائم ہونے کے باوجود ایٹمی شعبہ میں معمولی سا بھی کام نہیں ہوا۔ یہاں قادیانی سائنس دانوں پروفیسر شیخ عبداللطیف، مرزا منور احمد، محمود احمد شاہ اور ڈاکٹر محمد افضل نے ہمیشہ سازشیں کیں۔ ایوب خان کو جھوٹی رپورٹوں کے ذریعہ طفل تسلیاں دی جاتی رہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر منیر 19 برس تک اس ادارے کا سربراہ رہا لیکن اس کے برعکس جب ڈاکٹر عبدالقدیر نے کہوٹہ میں ایٹمی قوت بننے کے لیے کام شروع کیا تو ڈاکٹر منیر نے جو کہ ڈاکٹر عبدالسلام کا شاگرد تھا، ڈاکٹر عبدالقدیر کی زبردست مخالفت کی۔ حالانکہ وہ نہ تو نیوکلیئر انجینئر تھا اور نہ ہی ڈاکٹریٹ کی تھی، صرف ایم ایس سی تھا۔

ڈاکٹر منیر نے بھٹو دور میں حکومت سے جو مراعات بھی طلب کی تھیں، اسے فراہم کی گئیں مگر نتیجہ صفر۔ کیونکہ وہ قادیانیوں کی پاکستان دشمن لابی میں بری طرح گھرا ہوا تھا اور نہیں

چاہتا تھا کہ پاکستان ایٹمی قوت بنے۔ حساس اداروں کی رپورٹ کے مطابق اس نے پاکستان دشمن ممالک کو ایٹمی راز دیئے اور ایسے مواقع بھی آئے کہ اس لابی نے ڈاکٹر قدیر کو اتنا پریشان کیا کہ انہوں نے پاکستان چھوڑ کر ہالینڈ جانے کا ارادہ کرلیا۔ بالآخر بھٹو صاحب کے علم میں آیا کہ یہ سب کارستانی ڈاکٹر منیر خان کی ہے۔ بھٹو صاحب نے اپنے ذرائع سے بریگیڈیئر زاہد علی اکبر (سابق چیئرمین واپڈا) سے اس کی تصدیق کروائی تو انہیں یقین آ گیا کہ ڈاکٹر منیر اینڈ کمپنی، ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بلاوجہ تنگ کر رہی ہے۔ اور ان کے راستے میں روڑے اٹکا رہی ہے۔ منیر احمد خان کی پوری کوشش تھی کہ پاکستان نہ ہی ایٹمی دھماکہ کر سکے اور نہ کوئی اس کا کریڈٹ لے۔ اس لیے اس نے ڈاکٹر قدیر کے لیے کام کرنا ناممکن بنا دیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے فوری طور پر کوئی وقت ضائع کیے بغیر 31 جولائی 1976ء کو کہوٹہ انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز (پراجیکٹ 706) کے نام سے اسے خود مختار ادارہ بنا دیا جس میں تمام تر عمل دخل صرف ڈاکٹر قدیر ہی کو حاصل تھا جس کا سرکاری نام اب ''ڈاکٹر اے کیو خان ریسرچ لیبارٹریز'' ہے۔ یہی کچھ بھارتی مسلمان ایٹمی سائنس دان ابوالکلام کے ساتھ ہوا جس نے حال ہی میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میں بعض طاقتور لابیوں کے دباؤ کی وجہ سے پاکستان میں کام نہ کرسکا اور واپس ہندوستان چلا آیا۔

بھارت نے 11 مئی 1998ء کو پوکھران میں 3 ایٹمی دھماکے کیے اور 13 مئی 1998ء کو 2 اور دھماکے کیے۔ اس کے جواب میں پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو چاغی (بلوچستان) کے میدان میں 2 ایٹمی دھماکے کیے اور پھر 30 مئی کو 2 مزید ایٹمی دھماکے کیے۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' کی رپورٹ کے مطابق:

- ''گزشتہ روز پاکستان کے کامیاب ایٹمی دھماکوں کا اعلان سن کر ربوہ کے سرکردہ قادیانیوں کے خفیہ اجلاس منعقد ہوئے۔ ربوہ میں ہو کا عالم تھا۔ قادیانیوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے جبکہ مسلمانوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، 29 مئی 1998ء)

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے لندن کی مرکزی قادیانی عبادت گاہ ''بیت الفضل'' میں پاکستانی عوام کو ایٹمی دھماکوں کے خلاف اکساتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو ایٹمی دھماکوں کا حق عقل سے استعمال کرنا چاہیے تھا جو اس نے نہیں کیا۔ انہوں نے پاکستان کے مسلمان عوام پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ ''ایٹمی دھماکے کر کے جشن منالو، پتا اس وقت چلے گا

جب بھوک ناچے گی۔ جنونی دور ختم ہوگا تو ملک کا رہا سہا نظام بھوکے عوام اپنی بغاوت کے ذریعے ختم کر دیں گے۔'' (روزنامہ ''خبریں'' لاہور، 9 جون 1998ء)

پاکستان میں ایجنٹوں کا حصول اسرائیل کے لیے مشکل نہیں۔ پاکستانی قادیانیوں کا مرکز حیفا (اسرائیل) میں موجود ہے۔ یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہودیوں اور قادیانیوں کے مقاصد مشترکہ ہیں۔ ایک مصدقہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اسلحہ اور بعض حساس آلات کی سمگلنگ میں بعض سابق افسر بھی شامل ہیں، جن کا تعلق قادیانی گروہ سے ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ماضی میں ایٹمی توانائی کمیشن میں 25 سے 30 تک قادیانی اعلیٰ عہدوں پر تعینات تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے متعلق مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے کہا تھا کہ اُسے نوبیل پرائز یہودیوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت دیا ہے۔ مصدقہ رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر عبدالسلام نے کہوٹہ پلانٹ کے تمام نقشہ جات، ایٹم بم کا ماڈل اور اہم معلومات یہودی سائنس دانوں کو فراہم کیں۔

معروف صحافی جناب زاہد ملک اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ڈاکٹر عبدالقدیر اور اسلامی بم'' کے صفحہ 21 پر ڈاکٹر عبدالسلام کی پاکستان دشمنی کے بارے میں حیرت انگیز انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

❑ ''معزز قارئین کو اس انتہائی افسوس ناک بلکہ شرمناک حقیقت سے باخبر کرنے کے لیے کہ اعلیٰ عہدوں پر متمکن بعض پاکستانی کس طرح غیر ممالک کے اشارے پر کہوٹہ بلکہ پاکستان کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہیں، میں صرف ایک اور واقعہ کا ذکر کروں گا اور اس واقعہ کے علاوہ مزید ایسے واقعات کا ذکر نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ ایسا کرنے میں کئی ایک قباحتیں ہیں لیکن میں نے ان سنسنی خیز واقعات کو تاریخ وار درج کر کے اس انتہائی اہم قومی دستاویز کی دو نقلیں پاکستان کے باہر دو مختلف شخصیات کے پاس بطور امانت درج کرا دی ہیں اور اس کی اشاعت کب اور کیسے ہو، کے متعلق بھی ضروری ہدایات دے دی ہیں۔'' یہ واقعہ نیاز اے نائیک سیکرٹری وزارت خارجہ نے مجھے ڈاکٹر عبدالقدیر کا ذاتی دوست سمجھتے ہوئے سنایا تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خاں نے انہیں یہ واقعہ ان الفاظ میں سنایا:

''اپنے ایک امریکی دورے کے دوران سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں، میں بعض اعلیٰ امریکی افسران سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کر رہا تھا کہ دوران گفتگو امریکیوں نے حسب

معمول پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا ذکر شروع کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر پاکستان نے اس حوالے سے اپنی پیش رفت فوراً بند نہ کی تو امریکی انتظامیہ کے لیے پاکستان کی امداد جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک سینئر یہودی افسر نے کہا ''نہ صرف یہ بلکہ پاکستان کو اس کے سنگین نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ جب ان کی گرم سرد باتیں اور دھمکیاں سننے کے بعد میں نے کہا کہ آپ کا یہ تاثر غلط ہے کہ پاکستانی ایٹمی توانائی کے حصول کے علاوہ کسی اور قسم کے ایٹمی پروگرام میں دلچسپی رکھتا ہے تو سی آئی اے کے ایک افسر نے جو اسی اجلاس میں موجود تھا، کہا کہ آپ ہمارے دعویٰ کو نہیں جھٹلا سکتے۔ ہمارے پاس آپ کے ایٹمی پروگرام کی تمام تر تفصیلات موجود ہیں بلکہ آپ کے اسلامی بم کا ماڈل بھی موجود ہے۔ یہ کہہ کر سی آئی اے کے افسر نے قدرے غصے بلکہ ناقابل برداشت بدتمیزی کے انداز میں کہا کہ آیئے میرے ساتھ بازو والے کمرے میں۔ میں آپ کو بتاؤں آپ کا اسلامی بم کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ دوسرے امریکی افسر بھی اٹھ بیٹھے۔ میں بھی اٹھ بیٹھا۔ ہم سب اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ سی آئی اے کا یہ افسر، ہمیں دوسرے کمرے میں کیوں لے کر جا رہا ہے اور وہاں جا کر یہ کیا کرنے والا ہے۔ اتنے میں ہم سب ایک ملحقہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ سی آئی اے کا افسر تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ کمرے کے آخر میں جا کر اس نے بڑے غصے کے عالم میں اپنے ہاتھ سے ایک پردہ کو سرکایا تو سامنے میز پر کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف ایک سٹینڈ پر فٹ بال نما کوئی گول سی چیز رکھی ہوئی تھی۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا ''یہ ہے آپ کا اسلامی بم۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔ کیا تم اب بھی اسلامی بم کی موجودگی سے انکار کرتے ہو؟'' میں نے کہا میں فنی اور تکنیکی امور سے نابلد ہوں۔ میں یہ بتانے یا پہچان کرنے سے قاصر ہوں کہ یہ فٹ بال قسم کا گولہ کیا چیز ہے اور یہ کس چیز کا ماڈل ہے۔ لیکن اگر آپ لوگ بضد ہیں کہ یہ اسلامی بم ہے تو ہوگا، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سی آئی اے کے افسر نے کہا کہ آپ لوگ تردید نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ آج کی میٹنگ ختم کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر کی طرف نکل گیا اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئے۔ میرا سر چکرا رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب ہم کاریڈور سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو میں نے غیر ارادی طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ایک دوسرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہو رہے تھے، جس میں بقول سی آئی اے کے، اس کے اسلامی بم کا

ماڈل پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، اچھا! تو یہ بات ہے''۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے صاحبان اقتدار نے دانستہ طور پر ڈاکٹر عبدالسلام کی مندرجہ بالا غداریوں او رسازشوں سے مجرمانہ چشم پوشی کی اور ان ''خدمات'' کے عوض اسے 1959ء میں ستارہ امتیاز اور تمغہ وایوارڈ حسن کارکردگی اور 1979ء میں پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز نشان امتیاز دیا گیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور نے ڈاکٹر عبدالسلام کی موت پر ''سلام میڈل'' کا اجراء کیا جو فزکس اور ریاضی کے شعبہ میں اول آنے والے طالب علموں کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے کالج کے اولڈ ہال کا نام ''سلام ہال'' رکھا اور مزید یہ کہ گورنمنٹ کالج میں اس کے نام کی ایک ''چیئر'' بھی قائم کی گئی ہے۔ مزید براں 1998ء میں ڈاکٹر عبدالسلام کی برسی کے موقعہ پر محکمہ ڈاک نے اُس کی ''خدمات'' کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے 2 روپے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

لہولہان تھا میں اور عدل کی میزان
جھکی تھی جانب قاتل کہ راج اس کا تھا

ڈاکٹر عبدالسلام 1992ء میں اٹلی میں مقیم تھا۔ اس وقت اس کی عمر 65 سال تھی۔ جولائی میں اسے ایک نامعلوم بیماری نے آگھیرا جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے قطعی طور پر معذور ہوگیا۔ ابتدائی رپورٹوں کے مطابق اس پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ وہ صرف وہیل چیئر کے ذریعے ہی حرکت کرسکتا تھا۔ بعدازاں اس پر فالج کا ایک اور شدید حملہ ہوا جس سے وہ بے حد علیل ہوگیا۔ اسے اٹلی کے ایک بڑے ہسپتال میں داخل کروایا گیا جہاں ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں اس کا علاج شروع ہوا۔ اس کے مختلف ٹیسٹ کیے گئے جن سے پتا چلا کہ وہ ایک نہایت پیچیدہ بیماری Progressive Supranuclear Palsy (PSP) کا شکار ہوگیا ہے۔

''پروگریسیو سپرانیوکلیر پالسی'' ایک پُراسرار اور خطرناک فالج کی شکل ہے، جس میں مریض اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے اور پاگلوں جیسی حرکات کرتا رہتا ہے''۔ ماہرین کے مطابق چونکہ یہ ایک نئی بیماری متعارف ہوئی ہے، جس کا مستقبل قریب میں علاج ممکن نہیں۔ بعض لوگ اسے خدائی عذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس خطرناک بیماری کے باعث ڈاکٹر عبدالسلام کی یادداشت بالکل ختم ہوگئی۔ وہ جو کچھ کہتا، کچھ سمجھ نہ آتی۔ اس بیماری کی آخری وقت تک تشخیص نہ ہوسکی۔ ماہرین کے مطابق اس بیماری کا شکار مریض تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا ہے اور کسی دوائی سے افاقہ نہیں ہوتا۔

زندگی اور موت کی کشمکش بلکہ عذاب میں مبتلا رہنے کے بعد بالآخر ڈاکٹر عبدالسلام 21 نومبر 1996ء کو جہنم واصل ہوا۔ ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کی۔ اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خوفناک حد تک باہر آ گئی تھیں۔ اور زبان دانتوں کے درمیان لٹک رہی تھی۔ جس نے بھی اس کا چہرہ دیکھا، لرز کر رہ گیا اور توبہ توبہ کرتے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ ایلومینیم کے ایک مضبوط تابوت میں اس کی لاش محفوظ کر کے 25 نومبر 1996ء کو ربوہ لائی گئی۔

ربوہ میں ڈاکٹر عبدالسلام کے جنازہ پر اس وقت شدید بدمزگی پیدا ہوئی جب ڈاکٹر عبدالسلام کی دوسری بیوی لوئس جانسن (عیسائی) جو لندن سے ڈاکٹر عبدالسلام کے تابوت کے ساتھ پاکستان آئی، کے ساتھ سلام کی پہلی بیوی امۃ الحفیظ اور اس کی بیٹیوں عزیزہ، آصفہ اور بشریٰ نے نہایت بدتمیزی کی بلکہ اسے گندی گالیاں بھی دیں۔ ڈاکٹر سلام کے بیٹے نے اپنی سوتیلی والدہ لوئس جانسن کو تھپڑ مارنے کی کوشش کی جس پر خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں نے بڑی مشکل سے اسے قابو کیا اور اسے امور عامہ کے دفتر میں لے گئے اور دھمکی دی کہ اگر اس نے سلام کی دوسری بیوی کے ساتھ مزید کوئی بدتمیزی کی تو اسے ربوہ سے نکال دیا جائے گا۔ بالکل یہی سلوک ڈاکٹر عبدالسلام کی سوتیلی ہمشیرہ مسعودہ بیگم (جو ڈاکٹر عبدالسلام کے والد چوہدری محمد حسین کی پہلی بیوی سعیدہ بیگم کی اکلوتی بیٹی تھی) کی زندگی میں ان کے ساتھ کیا گیا۔

دستار کے ہر پیچ کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

دفاع ختم نبوت کونسل پاکستان خط و کتابت کورس
پی۔او۔باکس نمبر 81۔جی پی او۔دی مال۔لاہور پاکستان
زیر سرپرستی
◉ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر (قائم مقام چیف جسٹس، لاہور ہائی کورٹ)
◉ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی (پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس، پی ایچ ڈی (فقہ) (ر) سابق کمشنر سیکرٹری)
0331-4421965, 0322-4356986, 0321-3178878 0333-4432090
www.difaekhatmenabowat.com